مغرب اور اسلام

لبرل ازم: دہریت سے سفاکیت تک

محمد فاروق ناطق

'لبرل ازم' کو ہراُس خیال، نظریے، عقیدے اور عمل سے دشمنی ہے، جو نفسِ انسانی کی بے لگام آزادی پر کسی قسم کی پابندی لگائے۔ لفظ 'لبرل' انگریزی کے لفظ 'لبرٹی' (Liberty: یعنی مطلق آزادی و خودمختاری) اور لاطینی لفظ 'لائبر' (آزاد و خودمختار) سے ماخوذ ہے۔ اب یہ لفظ ایک مستقل اصطلاح کی حیثیت سے خدا اور نفسِ مذہب سے مطلق آزادی کی علامت بن چکا ہے۔

یورپی معاشرے میں عیسائی مذہبی رہنماؤں کی جانب سے سیکڑوں برس تک مذہب کی غلط اور خودساختہ تشریح، مذہب کے غلط استعمال اور اس کی بنیاد پر عوام کے استحصال کے خلاف چودھویں صدی عیسوی میں شدید منفی ردِّ عمل پیدا ہوا، جس کی بنیاد پر ایک تحریک برپا ہوئی۔ اس تحریک کے فکری رہنماؤں نے جو آبائی طور پر خود بھی عیسائی تھے، دینِ عیسیٰؑ میں دَر آنے والے بگاڑ کی اصلاح کرنے کے بجائے خود دینِ عیسوی ہی کو رد کر دیا اور معاشرتی اقدار، قوانین اور اخلاقیات کی تشکیل کے عمل سے دینِ عیسوی کو بے دخل کر دیا۔ عیسائیت کی گرفت کمزور پڑنے سے یورپی عوام میں فکری خلا پیدا ہوا، جسے پُر کرنے کے لیے انسانوں کے خودساختہ اور متفرق خیالات نے جگہ بنالی۔ مذہب سے باغی ان یورپی لوگوں نے دنیا کے مختلف ملکوں کو تاراج کر کے وہاں حکومتیں قائم کیں تو اپنے لبرل نظریات ہی کو مقبوضہ معاشروں کی تشکیلِ نو کی بنیاد بنایا۔ مقبوضہ مسلم ممالک کے کچھ مسلمان بھی لبرل ازم سے متاثر ہوئے اور اس کے نقیب بن گئے۔

عیسائیت ہی نہیں بلکہ چین کے تاؤازم اور کنفیوشس ازم، جاپان کے شنٹوازم اور بدھ مت اور ہندستان کے ہندومت، لبرل ازم کے سامنے غیر مؤثر ہو چکے ہیں۔ مشرقِ بعید میں پھیلے ہوئے

بدھ مت اور نسل پرست یہودیت سمیت تمام مذاہب جو کہ اپنی ساخت و ہیئت کے اعتبار سے معاشرے کی سیاسی، معاشی اور معاشرتی تشکیل میں پہلے بھی کوئی بہت سرگرم کردار نہیں رکھتے تھے، پچھلے ۶۰ برسوں میں لبرل ازم کے فکری طوفانِ بدتمیزی کے سامنے ریت کی دیوار ثابت ہوئے ہیں اور ریاستی و معاشرتی اُمور میں رہنمائی سے کُلی طور پر دست بردار ہو چکے ہیں۔ایک دینِ اسلام ہے جو اپنی فکری بنیاد کی مضبوطی کے سبب میدان میں قوت کے ساتھ موجود ہے۔اسی لیے تمام لبرل قوتوں کا نشانہ بھی اس وقت دین اسلام اور وہ مسلمان ہیں جو دین اسلام کو اس کی اصل شکل میں اس کی روح کے ساتھ قائم کرنا اور قائم رکھنا چاہتے ہیں۔

● **لبرل ازم: دہریت کا مقدمہ:** امریکا اور یورپ میں لبرل ازم کے سرخیل، ملحد اور دہریے (atheist یا agnostic) ہیں۔لبرل ازم اصل میں الحاد اور دہریت کا مقدمہ ہے بلکہ اب تو خود ایک دین ہے اور ایک لبرل شخص ممکنہ طور پر (potentially) ایک ملحد اور 'دہریہ' ہی ہوتا ہے۔ اس لیے کہ خدا اور مذہب سے آزادی اور مذہب میں قطع و برید کی خواہش پہلے عملی اور بالآخر نظری طور پر خدا کے انکار ہی پر منتج ہوتی ہے۔کوئی سرکاری مذہب نہ رکھنے والے ممالک (مثلاً سکینڈے نیویا، جرمنی، ہالینڈ، مشرقی ایشیا اور چین) میں دہریہ کہلانے والے افراد کی تعداد میں پچھلے چند برسوں میں اضافہ ہوا ہے۔امریکا میں ان کی تعداد ۵ فی صد ہے۔گیلپ انٹرنیشنل کے سروے کے مطابق دنیا کے ۶۵ ممالک کے ۱۱ فی صد افراد نے دہریت کو اختیار کیا ہے۔مشاہدہ یہ ہے کہ لبرل لوگ جس مذہب سے متعلق ہوتے ہیں، سب سے پہلے اسی کی بنیاد پر ضرب لگاتے ہیں۔اُس کے شعائر کا مذاق اُڑاتے ہیں اور اُس دین کے علم برداروں کی تضحیک اور کئی صورتوں میں ریاستی طاقت اور وسائل کے بل پر ان کے قتل تک کے درپے ہوتے ہیں۔

● **حقیقت سے فرار:** جب ایک لبرل یا دہریہ فرد یہ کہتا ہے کہ: "مذہب انسان کی آزادی کو ختم یا محدود کر دیتا ہے"، تو دراصل وہ یہ کہہ رہا ہوتا ہے کہ 'خدا' انسانوں کا خود سے گھڑا ہوا ایک خیالی وجود ہے اور اس خیالی وجود نے انسانوں کی آزادی کو یرغمال بنا رکھا ہے۔اس قید یا یرغمالی کیفیت سے خود کو اور دوسرے انسانوں کو نکالنے کے لیے یہ لبرل خواتین و حضرات کوشش کر رہے ہیں۔

تاہم، جو بات یہ لبرل خواتین و حضرات سمجھ کر بھی سمجھنا نہیں چاہتے، وہ یہ ہے کہ اگرچہ

حیاتیاتی طور پر (biologically) انسان ایک حیوانی وجود ہی ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ بہرحال ایک اخلاقی وجود بھی ہے اور یہی اس کی اصل پہچان ہے۔ ایک انسان کے اندر پائی جانے والی صحیح اور غلط کو پہچاننے اور ان میں سے کسی ایک کو اختیار یا رد کرنے کی جبلّی صلاحیت اس بات کا ثبوت ہے کہ انسان نرا حیوان نہیں ہے۔ ایک بڑا فرق حیوان اور انسان میں یہ ہے کہ انسان اپنے اردگرد کو پہچانتا ہے، اس کا گہرا شعور رکھتا ہے اور اپنی ذات کو پہچاننے اور اسے نمایاں کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ انسان اشیا کا تجزیہ کرنے اور ان کے باہمی تعامل کو سمجھنے کی پیدائشی صلاحیت رکھتا ہے اور یقیناً یہ صلاحیت حیوانات میں نہیں ہے۔ انسانوں کی یہ پیدائشی صلاحیتیں اُس کے بچپن سے جوانی تک بتدریج نمو پاتی ہیں، لیکن جانوروں میں ایسی تدریج کا کوئی نشان نہیں پایا جاتا۔ جبلّی طور پر انسان میں پایا جانے والا 'ضمیر' یہ قوت رکھتا ہے کہ کسی قسم کے خارجی دباؤ یا قانون کے بغیر حیوانی خواہش پر قابو پا کر کسی بھی غلط کام سے انسان کو روک لے۔ اس کے برعکس حیوانوں میں ضمیر نام کی کوئی چیز نہیں پائی جاتی۔

دنیا کے تمام نظام ہائے حکومت کی طرح دینِ اسلام میں بھی قانون کے نفاذ کے ذریعے برائی کے خاتمے اور اس کی روک تھام کا اہتمام موجود ہے، لیکن اس دین کا انحصار اصل میں ان اخلاقی اقدار کو اپنانے پر ہے، جو انسانی ضمیر کی مطابقت میں انسانوں کے خالق نے عطا کی ہیں۔ دنیا میں اس وقت پائی جانے والی تمام اخلاقی اقدار کسی بندر یا انسان نما حیوان نے نہیں بنائی ہیں۔ یہ تمام اقدار الہامی مذاہب کی عطا کردہ ہیں۔ یہ کس قدر حیرت کی بات ہے کہ اخلاقی اقدار کے معاملے میں تاریخ کے مختلف ادوار میں ظاہر ہونے والے پیغمبرانِ خدا یکساں اور مشترک ورثہ انسانوں کو دے کر گئے ہیں۔ ان تمام پیغمبروں نے قانون سے زیادہ اخلاقی اقدار اور ضمیر کی پکار پر توجہ دینے کی تعلیم دی، اگرچہ ناگزیر صورتِ حال میں تعزیر کا استعمال بھی تجویز کیا۔

پیغمبرؐ اسلام کے ابتدائی ساتھیوں اور اسلامی تاریخ کی دیگر شخصیات کی بے شمار مثالوں کے ذریعے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ کسی قسم کی قانونی قدغن یا سزا کے خوف کے بغیر محض اپنے ضمیر اور خدا اور آخرت کے دن پر یقین رکھنے کے باعث زبردست اندرونی ڈسپلن کا مظاہرہ کرتے تھے۔ سچے مسلمان آج بھی انھی اقدار کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔ ابھی تک مسلمان ملکوں میں جرائم کا

تناسب لبرل ممالک کی نسبت بہت کم ہے اور اس کی وجہ مسلمانوں کا وہ اندرونی ڈسپلن ہے جو دینِ اسلام کی وجہ سے قائم ہے۔جن ممالک میں جرائم کی شرح زیادہ ہے، وہ جرائم پر قابو پانے کے لیے مزید قوانین متعارف کراتے ہیں اور نفاذِ قانون کے لیے مزید انسانی و دیگر وسائل فراہم کرتے چلے جا رہے ہیں۔ ایسا اس لیے ہو رہا ہے کہ اُن معاشروں میں مذاہب کی گرفت کمزور ہونے کے باعث خود احتسابی کا عنصر ناپید ہو رہا ہے۔جن ممالک میں مذہب اور ریاست کو جدا جدا کر دیا گیا ہے اور مذہبی اور اخلاقی تعلیم حکومتوں کی ذمہ داری نہیں رہی ہے، اُن کے پاس کوئی راستہ ہی اس کے سوا نہیں بچا کہ وہ جرائم کی روک تھام صرف اور صرف قوت سے کریں۔

● **خدا فراموشی کا نتیجہ:** آپ ایک جنگل کا تصور کریں، جس میں حیوانات بالکل آزاد گھوم رہے ہیں اور اپنی بقا کے لیے ایک دوسرے کا شکار کر رہے ہیں۔ ایک شکاری جانور کے سامنے صرف ایک ہی مقصد ہے، یعنی اپنی بھوک مٹانا۔ یہ کسی نوعیت کی اخلاقی حس نہیں رکھتا۔ شیروں کا ایک بڑا جتھا یا قبیلہ کسی جنگل میں جمع ہو کر اپنے دفاع اور بقا کے لیے جدوجہد کرتا ہے۔ یہ شیر بھی باہم مل جل کر رہتے ہیں اور ایک حد تک ایک دوسرے کے مفادات کا خیال رکھتے ہیں۔لیکن جب معاملہ دوسرے حیوانات کا ہو تو یہ شیر صرف اور صرف اپنے مفاد، یعنی پیٹ بھرنے ہی پر اپنی توجہ اور توانائی مرکوز کرتے ہیں۔وہ کسی دوسرے حیوان کے لیے کوئی نرم گوشہ نہیں رکھتے کیوں کہ وہ کوئی اخلاقی حس نہیں رکھتے ہیں۔ دل چسپ بات یہ ہے کہ ڈارون ازم کے مطابق: ’’انسان نرا حیوان ہی ہے‘‘۔

اب آپ لبرل کہلانے والے ملکوں کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے پچھلے تقریباً ۲۰۰ برس سے دنیا کو ایک جنگل بنا رکھا ہے۔اپنے قومی اور گروہی مفادات کے حصول کے لیے یورپ کے ممالک اور امریکا نے نہایت سفاکی سے جتنی بڑی تعداد میں انسانوں کو قتل کیا ہے وہ پوری انسانی تاریخ میں قتل ہونے والے انسانوں کی تعداد سے زیادہ ہے۔یورپی اقوام نے ایشیا اور افریقہ کے ممالک کے وسائل پر قبضے کے لیے کیے گئے حملوں کے دوران بلا مبالغہ کروڑوں لوگوں کو قتل کیا۔فرانس نے ۱۸۳۰ء-۱۸۴۷ء کے دوران انسانوں سمیت ہر اُس چیز کو الجزائر میں تباہ کر دیا جو اس کی راہ میں رکاوٹ بن سکتی تھی۔لاکھوں خواتین کی آبروریزی کی گئی اور لاکھوں

انسانوں کا قتل عام کیا گیا۔ امریکیوں نے (جو اصلاً یورپ سے نقل مکانی کر کے گئے ہوئے لوگ ہیں) براعظم امریکا کے اصل باشندوں ریڈ انڈین کے قتلِ عام سے آغاز کیا اور لاکھوں مقامی لوگوں کا نام ونشان مٹا دیا۔ پہلی اور دوسری جنگِ عظیم میں طاقت کے بے دریغ استعمال سے ثابت ہوا کہ لبرل لوگ اپنے تحفظ کے لیے اقدام کرتے وقت کسی بھی خونخوار حیوان ہی کا سا برتاؤ کرتے ہیں۔ ۱۹۴۵ء میں امریکی ایٹمی حملوں کے نتیجے میں جاپان کے دو شہروں ہیروشیما اور ناگا ساکی میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ لوگ مارے گئے، لاکھوں زخمی اور تابکاری اثرات سے بیمار ہوئے۔

پہلی جنگ عظیم [۱۸-۱۹۱۴ء] کے دوران پونے دو کروڑ اور دوسری جنگِ عظیم [۴۵-۱۹۳۹ء] کی آگ میں انھی لبرل قوموں نے ۶ تا ۸ کروڑ لوگ ہلاک کیے۔ دوسری جنگِ عظیم کے بعد اقوامِ متحدہ اور سلامتی کونسل کے قوانین موجود ہونے کے باوجود امریکا نے ویت نام پر حملہ کیا اور ۲۰ سالہ جنگ [یکم نومبر ۱۹۵۵ء-۳۰/اپریل ۱۹۷۵ء] میں ۲۰ لاکھ سے زیادہ انسانوں کو ہلاک کر دیا۔ سابق سوویت یونین کے افغانستان پر حملے کے نتیجے میں ۱۵ لاکھ سے زیادہ لوگ مارے گئے۔ عراق پر امریکی حملے کے نتیجے میں اب تک ۵ لاکھ اور شام کی جنگ میں تقریباً ۲ لاکھ سے زیادہ انسان مارے جا چکے ہیں___ کیا گذشتہ ۲۰۰ برس کی تاریخ سے یہ سبق حاصل نہیں ہوتا کہ جب انسان خدا فراموش ہو جائے اور مذہب کی گرفت سے آزاد ہو جائے تو اُس کا رویہ ایک وحشی حیوان کا سا ہو جاتا ہے؟

مقامِ حیرت ہے کہ پچھلے ۲۰۰ برس میں اتنا ظلم ڈھانے کے بعد بھی یہ لوگ انسانیت کے قائد کہلانے کے دعوے دار ہیں، اور دنیا کو ایک نئی اخلاقیات کا درس دیتے ہیں، اور اپنے مخالفین کو 'بنیاد پرست'، 'انتہا پسند' اور 'دہشت گرد' کے القاب سے نوازتے ہیں!

لبرل ازم کے علَم بردار عموماً مذہبی شعائر اور بالخصوص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کے لیے اپنی وضع کردہ 'آزادی رائے' کو آڑ بناتے ہیں۔ دوسری طرف لبرل حکومتیں توہینِ عدالت پر تو سزا دیتی ہیں لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین پر خاموشی اختیار کرتی ہیں۔ کیا یہ دُہرا معیار نہیں؟ کیا یہ مبنی بر انصاف ہے؟

☆اخرج الی الفضاء وطالع الحدائق الغناء وتفرج فی خلق الباری وابداع الخالق.☆